قال تعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم[1]

سے کامل محبت ہو جانے پر خدائے تعالیٰ محبت فرمانے لگتا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ آپ سب لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اس کے نتیجہ میں۔ خود اللہ تعالیٰ ہی تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمھارے گناہ معاف فرما دے گا۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خالی درود کے الفاظ کا زبان سے ورد کرتے رہنا اپنا اصل اثر نہیں پیدا کرتا۔ بلکہ اس کو اس طور پر پڑھنا چاہیئے جس سے مندرجہ بالا ترتیب کے ساتھ نتائج ظہور پذیر ہوں اور یہی طریقہ حقیقۃً تقرب کا ذریعہ بنے گا۔ اگرچہ درود کا کسی بھی طرح پڑھنا خالی از فائدہ نہیں۔ اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت گنگوہیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے :۔

لان من احب شیئا اکثر ذکرہ فالاکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم امارۃ حبہ لہ والمرء مع من احبہ وان لم یکن فعلہ ھذا من صمیم قلبہ فلا ارتیاب فی انہ تشبہ بالمحبین للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فکان ممن تشبہ بقوم فھو منھم مع ان ذلک الاکثار یزرع فی قلبہ حبہ وایضاً فانہ صرف لسانہ بذکرہ فلا اقل

چوں کہ جو کسی سے محبت کرتا ہے وہ محبوب کا ذکر کثرت سے کرتا ہے پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت محبت کی علامت ہوئی اور از روئے حدیث) انسان کو اس کے محبوب کے ساتھ رکھا جائے گا اور اگر کسی کا درود پڑھنا دل کی گہرائی سے نہ بھی ہو تب بھی اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ اس کو محبت کرنے والوں سے مشابہت ہو گئی اس طرح یہ شخص تشبہ کی بنا پر محبین رسولؐ میں شامل ہو گیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ درود کی کثرت دل میں محبت کا بیج بودے گی۔

---

[1] مرقات ص ۵ ج ۲۔

[2] حضرت قطب الارشاد مولانا رشید احمد قدس سرہ۔ جن کی ترمذی کے درس کے موقعہ پر کی گئی تقریر کو حضرت مولانا محمد یحیٰ تلمیذ خاص حضرت گنگوہیؒ نور اللہ مرقدہما نے مرتب فرمایا اس کو بعد "الکوکب الدری" کے نام سے شائع کیا گیا۔ یہ عبارت وہیں سے ماخوذ ہے۔ بیہان

من معیتہ لسانہ باسمہٖ[1] — نیز چوں کہ اس نے اپنی زبان کو تمام باتوں سے بچا کر ذکر میں مشغول رکھا تو کم سے کم اتنا فائدہ تو ہو ہی گیا کہ) اتنی دیر اس کی زبان کو تمام سامی کی معیت کا شرف حاصل رہا۔

بہر کیف درود کی فضیلت و اہمیت پر بہت کچھ مواد پیش کیا جا سکتا ہے۔ مگر مضمون کے اختصار کے پیش نظر آخر میں حافظ حدیث محقق عصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی مبصرانہ و فیصلہ کن رائے پیش کر کے اس گفتگو کو ختم کیا جاتا ہے۔ حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

اختلف العلماء فی ان التھلیل افضل ام الصلوٰۃ علی النبیؐ او قراءۃ القرآن فظنی ان من یرید الشفاعۃ فلیکثر الصلوٰۃ ومن یرید الغفران من اللّٰہ یکثر التھلیل[2] — علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ لا الٰہ الا اللہ پڑھنا افضل ہے یا "درود" یا قرآن پڑھنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ جو شخص شفاعت نبویؐ کا طلبگار ہو اسے درود کی کثرت کرنی چاہئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہتا ہو وہ لا الٰہ الا اللہ کثرت سے پڑھے۔

دعا و درود کے مجموعے مرتب کرنے کا رواج

مندرجہ بالا سطور میں نہایت اختصار کے ساتھ ہی دعا و درود کی اہمیت واضح کرنے کی کوشش کی گئی۔ کیوں کہ جیسا کہ شروع میں عرض کر دیا گیا ہے۔ اس وقت مقصود، دعا و درود کی فضیلتیں بیان کرنا نہیں ہے بلکہ۔ اصل غرض دوسری چیز ہے۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔ یہاں اتنی بات کہہ دینا غالباً بے محل نہ ہوگا کہ دعا و درود کے بارے میں احادیث و قرآن میں جو جو تاکیدیں و فضیلتیں ذکر کی گئی ہیں اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلنا ہی چاہئے تھا کہ ہر زمانہ میں دیندار لوگوں کی توجہ اس طرف مبذول رہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اسی جذبہ کے تحت درجنوں ایسے "مجموعے" مرتب ہوتے جن میں ماثور دعائیں اور مروی درود جمع کئے گئے۔ ان میں سے بعض نے تو ایسی اہمیت و مقبولیت حاصل کی کہ

---

[1] الکوکب الدری ص ۱۲۹۵ - [2] العرف الشذی ص ۲۲۴ - حضرت علامہ کشمیری کے شاگرد رشید مولانا محمد چراغ صاحب نے ۱۳۵۱ھ میں علامہ کے درس ترمذی کی تقریر کو عربی زبان میں قلم بند کر کے "العرف الشذی" کے نام سے شائع کیا۔ یہ اقتباس اس ہی سے لیا گیا ہے۔ برہان

اس کی قرآن مجید کی طرح پابندی سے تلاوت کی جانے لگی۔ اس طرح کے مجموعوں میں "حصن حصین" سرفہرست ہے۔ اس قبول عام کو دیکھ کر بعض جاہ پسند و شہرت کے طالب افراد بھی میدان میں کود پڑے پھر ان لوگوں کی بدولت ایسے مجموعے وجود میں آئے جن میں ہر قسم کی رطب و یابس حتّٰی کہ موضوع روایتیں جمع کر دی گئیں، اس انبار میں کچھ محققین اور محتاط لوگوں کے مرتب کردہ "مجموعے" بھی تھے جنہیں پڑھنے کا۔ علماء و خواص کے حلقہ میں مدت سے معمول چلا آرہا ہے۔ اس قابل اعتماد قسم میں "حزب الاعظم" نامی دعاؤں و درود کا مجموعہ بھی شامل ہے جس کے مرتب ملا علی قاریؒ جیسے محقق، فقیہ و مبصر عالم ہیں۔ جو ایک طرف حدیث کی شہرۂ آفاق کتاب "مشکوٰۃ" کی بے نظیر شرح "مرقاۃ" کے مصنف ہیں تو دوسری طرف فقہ حنفی کی معرکۃ الآراء کتاب "شرح نقایہ" بھی ان ہی کے رشحات قلم کا نمونہ ہے۔ جن کی فن حدیث کے غوامض پر نظر اور فن اسناد سے باخبر ہونے کا حال یہ ہے کہ "الموضوعات الکبیر" جیسی کتاب لکھ دی۔ ان کی جلالت شان اور علو مرتبت کا خیال کرتے ہوئے یقین کے ساتھ کہا جانا چاہیئے تھا کہ ان کی ترتیب دی ہوئی کتاب "حزب الاعظم" کے اندر جتنے درود یا دعائیں ہیں وہ سب اور اس کا ہر ہر جز تحقیق و تنقید کی چھلنی میں چھنا ہوا اور صحت و قوت کی ترازو میں تلا ہوا ہوگا، مگر جب اسی "حزب الاعظم" میں ذکر کردہ بعض دعاؤں اور اس کے بعض درود کے بارے میں حقائق سامنے آتے ہیں تو حیرت و استعجاب کی حد نہیں رہتی ذیل میں اس ہی مجموعہ کی "ایک دعا" اور اس کے "ایک درود" کے بارے میں چند معروضات پیش کی جاتی ہیں:۔

"ایک دعا" حزب الاعظم کی منزل سادس کے پہلے ہی صفحہ پر ایک[1] دعا اس طرح شروع ہوتی ہے اسئالك بمعاقد العز من عرشك وبمفاتيح الرحمة من كتابك وبالاسماء الثمانية المكتوبة على قرن الشمس الخ اس دعا کے بارے میں صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی نے جو حکم بیان کیا ہے سب سے پہلے اسے سن لیجئے:۔

---

[1] حزب الاعظم ص ۹۲ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور۔

(باقی)

ترجمہ و تفسیر ماجدی پر ایک نظر

جناب پروفیسر محمد اجمل خاں ایم۔ پی۔ نئی دہلی

فاضل مقالہ نگار کے بعض افکار و خیالات سے خواہ کیسا ہی اختلاف ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا قرآنیات کا مطالعہ وسیع ہے اور انھوں نے ان پر کافی غور و خوض کیا ہے۔ چنانچہ اس مضمون میں بھی انھوں نے جو باتیں کہی ہیں وہ اگرچہ علمائے تفسیر کی ایک عام اور متداول رائے کے خلاف ہیں لیکن لائق توجہ اور غور طلب ضرور ہیں اور اسی بنا پر ہم اسے شائع کر رہے ہیں۔ (ایڈیٹر)

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی مارچ [illegible] میں دہلی آئے تھے۔ میں نے بھی ملاقات [illegible] اور تفسیر ماجدی کے چند ترجموں اور تفسیروں کی طرف توجہ دلائی۔ اب کسی قدر تفصیل سے [illegible] پر توجہ دلاتا ہوں اور اہلِ علم حضرات سے امید کرتا ہوں کہ وہ بھی غور فرمائیں گے۔

متشابہات: مولانا نے وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ کا صحیح ترجمہ کیا ہے کہ (کوئی اس کا صحیح مطلب نہیں جانتا بجز اللہ کے) پھر حاشیہ پر لکھتے ہیں (اور وہی جس کو جتنا چاہے [illegible] دے۔ چاہے نصوص قرآنی ہی سے اشارۃً یا دلالۃً یا اقتضاءً چاہے اقوالِ رسول سے [illegible] متشابہات کے معنی جو کچھ بھی ہوں بہرحال حق ہیں۔ ص ۱۲۳) (خواہ اس کے بعض حصوں کے معنی بالکل ظاہر و واضح ہوں اور خواہ اس کے بعض حصوں کے معنی خفا اور اشتباہ ہوں ص ۱۲۳)

[illegible] قرآن کی کسی آیت یا آیت کا مطلب مشتبہ ہے اور یہ کہنا کہ وہ متشابہات کے [illegible]

[illegible] بھی ہوں بہرحال حق ہیں) قرآن پر تو نص ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (سورۃ قمر ۱۷) اس کے علاوہ پورا قرآن متشابہ ہے اور بار بار دہرایا گیا (كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ) (سورہ الزمر ۲۳) متشابہ کے معنی ہیں ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہوا تو قرآن نہ صرف ایک دوسرے سے ملتا جلتا ہوا (متشابہ) ہے بلکہ کتب قدیمہ سے بھی ملتا جلتا ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ (فَإِن كُنتَ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يَقْرَءُونَ الْكِتَابَ مِن قَبْلِكَ (یونس ۹۴) پھر فرمایا (نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ..... بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ (سورۃ شعراء ۹۵) اور رسول کریم کو حکم ہوا کہ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ۔ لہٰذا کسی طرح قرآن کی متشابہ (ملتی جلتی) آیتوں میں نہ شک وشبہ کی گنجائش ہے۔ نہ کسی کے معنی میں اشتباہ وخفا ہے۔

اصل میں تفسیر قرآن بالقرآن پر توجہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ بات پیدا ہوئی۔

واقعہ یہ ہے کہ (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ) میں ہٗ کی ضمیر کا اشارہ نہیں سمجھا گیا۔ اور نہ اس کا خیال رکھا گیا کہ اہلِ زیغ (یعنی مسیحی) کس متشابہ آیت کی بنیاد پر "فتنہ اور تاویل" کرتے تھے۔ (آل عمران ۶)

اس آیت میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع ہے (هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ) (سورہ آل عمران ۵) جس سے پہلے ہی محکمات و متشابہات کا ذکر ہے۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ حضرت مریمؑ سے ولادت حضرت عیسیٰؑ اس طرح ہوئی کہ خدا باپ بنا۔ قرآن نے اُن کے اس فتنہ اور غلط تاویل کا انکار کیا۔ اور بتایا کہ خدا خالق ہے اور وہ بغیر باپ کے بچہ پیدا کرسکتا ہے۔

اس کے بعد دو رکوع ایسے آجاتے ہیں جن میں غزوہ بدر اور اہل کتاب کی بحث [illegible] اور توحید الٰہی کا ذکر ہے۔ اس لئے خدا کی خالقیت کی بحث سے توجہ ہٹا کر [illegible] (متشابہ) کو (اشتباہ) بنا دیا جاتا ہے۔

ان کے بعد چوتھے رکوع میں (هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ [illegible]

اپنی خاموشیوں سے کہتے ہیں!
چھوڑ دو ہم تڑپنے والوں کو
ہم اسی خوابداں میں رہتے ہیں!

فرشتہ: پھر وہی یادِ گذشتہ، پھر وہی رنجِ کہن!

جامعہ: چھوڑ کر بے باک نالہ ہیں نہ لوں دار و رسن!
خواب جو دیکھا تھا میں نے برسرِ تعبیر ہے!
میرا عزمِ نوجواں اب ملک کی تقدیر ہے!
میں اٹھی تھی خود لسانی، کارجز گاتی ہوئی!
ظلم کی تاریکیوں میں شمع بھڑکاتی ہوئی!
میرا ننھا سا سفینہ، ٹوٹے پھوٹے بادباں!
جس کا حسنِ نازنیں تھا گردِ کلفت میں نہاں!
وہ مرا پہلا سفر، اور وہ سمندر بے پناہ!
کیسے طوفانوں میں پھنس کر میں بنا لائی تھی راہ!
اپنی محفل، اپنے نغمے، اپنے گانے اپنا ساز!
خفتہ ارمانوں کی بیداری کا یہ بھی تھی راز!
ہائے کھلنے بھی نہ پائی تھی ابھی میری زباں!
کر دیا دیوِ تعصب نے مجھے جنت نشاں!

تعصب: میرا نام محترم اور تیری ہرجائی زباں!
خون اب بھی کھولتا ہے گرچہ ہے تو بے نشاں!
اب بھی تیرے پھول، میرا خواب ہیبتناک ہیں!
تیری شمع غیر سوز۔

[illegible] بڑے بڑے سائنس داں آتے تھے۔ عمر کے آخر میں ڈاکٹر [illegible] جو غالب کے شاگرد کے لڑکے تھے۔ ان سے بھی میں نے پوچھا کہ خلق کائنات کی کیا توجیہ ہے انھوں نے کہا کہ ہم تھوڑا بہت عناصر کے طبعی و کیمیاوی اعمال کو جانتے ہیں۔ مگر یہ نہیں جانتے کہ یہ کیوں کر پیدا ہوتے۔ اس کی کنہ اللہ ہی جانے۔ فقیر نے کہا ہے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں ملا، ہزاروں پنڈت، کروڑوں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

دوسرا فتنہ: اب اہلِ زیغ یعنی نصاریٰ کے دوسرے فتنہ پر نظر ڈالئے۔ قرآن اور انجیل کی وہ آیتیں جو متشابہ ہیں یعنی ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں ان میں سے قرآن کی وہ آیتیں نصاریٰ کے لئے فتنہ بنیں جن میں حضرت مسیح کو کَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ کہا گیا ہے۔ قرآن تو کہتا ہے کہ (اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ، فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ..... (النساء ۱۷۱)۔ اور (يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ..... (آل عمران) تو ان آیتوں میں کلمۃ اللہ کے لفظ کو لے اڑے اور کہنے لگے کہ یوحنا کی انجیل بھی کہتی ہے کہ (شروع میں خدا تھا۔ کلمہ خدا کے ساتھ تھا اور کلمہ (لوگاس) ہی خدا تھا) یہاں کلمے سے وہ بھی حضرت مسیح مراد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کلمہ یعنی مسیح ہی خدا ہے۔ اس قول کو خدا نے بار بار غلط قرار دیا ہے۔ اسی آیت میں لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ایک محکم جملہ ہے۔ مگر نصاریٰ کب ماننے والے تھے۔

بہرحال ان متشابہ آیتوں کے معنی بھی واضح ہیں۔ ان میں شبہ یا اشتباہ [illegible]

حروف مقطعات: مولانا لکھتے ہیں کہ نقل قطعی سے حروف مقطعات [illegible] ہر حرف کسی متعین معنی کی طرف [illegible]

(۳) یہ مثالیں [illegible] کی ہیں۔ پھر لکھتے ہیں کہ (حروف مقطعات [illegible]

حق تعالیٰ کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہے تک نہیں اور یہ بات حل کرنا رہ گئی ہے کیونکہ جب اگر اس قرآن کا خطاب مخاطبین سے آشنا و مانوس نہ ہوتا تو اس پر اعتراض متوجہ ہو کر رہتا جو نہیں کیا۔ ص ۵) چلئے قصہ ختم ہوا۔ زیادہ بحث کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن ہم پھر بھی ابن کثیر کا قول نقل کرتے ہیں کہ (مشاہیر صحابہ و جمہور مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ یہ حروف ان متشابہات قرآنی میں سے ہیں جن کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا)

حیرت ہے کہ مولانا ان کے معنی بھی عربی شاعری سے متعین کرتے ہیں اور پھر بھی کہتے ہیں کہ ان کا علم کسی مصلحت سے عام بندوں کو نہیں دیا گیا۔ تو کیا خاص بندوں کو دیا گیا تھا اور وہ چھپائے بیٹھے رہے۔

واقعہ یہ ہے یہ حروف اگر متشابہات کہے جا سکتے ہیں تو اس لئے کہ وہ دوسرے حروف قرآنیہ سے ملتے جلتے ہیں۔ جتنی متشابہ آیتیں ہیں وہ محکم آیتوں کی روشنی میں واضح ہو جاتی ہیں۔ (كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ) (ہود ۱) لہذا ہمیں حروف مقطعات کے سلسلے میں محکم آیات تلاش کرنا چاہئے۔

قرآن پہلی ہی تنزیل العلق میں کہتا ہے (عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ) یعنی قلم ذریعۂ علم ہے۔ پھر سورۃ قلم میں کہا گیا ہے کہ (نٓ۔ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ) اس میں بھی لکھنے کا ذکر ہے۔ ان کے علاوہ انتیس (۲۹) سورتوں میں یہ حروف آتے ہیں مگر عنکبوت اور روم میں کتاب یا قرآن کا ذکر نہیں۔ باقی سب میں کتاب و قرآن کا لفظ ہے سورۃ مریم میں ذکر رحمت اور سورۃ حم سجدہ میں تنزیل من الرحمان کے الفاظ ہیں۔ سورۃ شوریٰ میں وحی کا لفظ ہے۔

یہ بات ذہن کے مستقیم ہے کہ حروف مقطعات سے وہ حروف تہجی مراد ہیں جن سے کلمات بنتے ہیں اور ان سے کتاب یا قرآن یا تنزیل یا وحی کے متعلق ہیں ان سے علم حاصل ہوتا ہے یعنی قلم سے علم حاصل ہوتا ہے۔

رہ گیا یہ مسئلہ کہ ان کے معنی کیا ہیں؟ تو جدید تحقیق نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ قدیم مصری رسم الخط تصویری تھا۔ یعنی مختلف اسماء کی تصویریں بنا کر ان سے مرکب لفظ بنائے جاتے تھے ہر تصویر کا ایک مفہوم ہوتا تھا۔

پھر شمالی ساحل لبنان اور حبشہ کی زبانوں نے ان تصویروں کو ابجدی شکل میں ڈھالا اور تصویر کے پہلے حرف سے ابجد کا کوئی حرف قرار دیا۔

مندرجہ ذیل نقشہ میں اس کی تفصیل درج ہے۔

عربی	عبرانی	معنی	حبشی	یونانی	انگریزی
الف	الف	بیل	الف	الفا	اے
با	بیت	گھر	بیت	بیتا	بی
جیم	جمل	اونٹ	گمل	گیما	سی
دال	دالت	دروازہ	دنتا	دلتا	ڈی
ہا	ہے	کھڑکی کی جالی	ہوئی	ہا	ای
واؤ	واؤ	ہک۔ کیل	داوے	وا	ایف
ز	زائن	زیتون ہتھیار	زائی	زیتا	جی
حا	حیط	احاطہ۔ دیوار	حوت	ایتا	[illegible]
طا	طیت	لفافہ۔ پیچ	طیت	تھیتا	آئی
یا	یود	ہاتھ	یمن	آیوتا	[illegible]
کاف	کاف	کف جھکا ہاتھ	کاف	کپا	[illegible]
عربی	عبرانی	معنی	حبشی	یونانی	انگریزی
لام	لمد	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
میم	میم	ماء، پانی	مائی	مو	[illegible]

نون	نون	ناک	نہاس	نو	ان
سین	بلک	ہولا	سات	اسحاق	[illegible] اس
میم	مین	بکھر	مین	انواج	×
قا	پے (رقا)	دبیر نو قسم	آفت	بے	[illegible] اف
صاد	مادے	مچھلی کا ٹک	مدارق	×	×
قاف	قلعت	سوئی کا ناکہ	قافت	کپتا	کیو
را	راش	سر	برا	رو	آن
شین	فی سبین	وانت	شوت	سگا	اس
تا	تار	نشان	تاوے	تاو	ق

آخر میں لکھتے ہیں کہ دیا اعتراض کہ قرآن کے مخاطب جب ہم ہیں تو ان حروف کو بھی ہمارے لئے قابل فہم ہونا لازمی ہے، کچھ زیادہ وقعت و بانت نہیں۔ قرآن کے الفاظ اور جتنے مضامین و مطالب ہیں، کیا وہ بہ سبب ہر کس و ناکس کی سمجھ میں آ گئے ہیں؟ [illegible]

میرے ناچیز خیال میں لائق مفسر کو شروع ہی میں [illegible] ہونے کی ضرورت نہیں۔ مقرر لکھتا ہے (کشف القرآن المبین) ایسی کتب میں [illegible] ترجمہ قرآن سے کم دلچسپی ہے۔ ورنہ شروع ہی میں قلم کا ذکر ہے، اور قلم کا ترجمہ [illegible] اس سلسلے میں [illegible] کی کتاب ضرور دیکھ لیں۔

اس کے علاوہ حضرت [illegible] کی کتاب سیرت الرسول مطبعہ [illegible] قاہرہ (۱۹۲۲)، اور [illegible] سیرت رسول اسلام [illegible] مطبوعہ ادارہ ثقافت اسلامیہ [illegible] میں مزید دیکھیں۔ انشاء اللہ بہت سی مشکلات حل ہو جائیں گی۔

[illegible] سیرت کے مختلف حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ [illegible] ہے۔ [illegible] لکھا ہے کہ [illegible]

نزدیک ال ر (سورۂ یونس) میں حروف تہجی کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ یہ حروف ہیں جن کی ترتیب سے ایسی پُرعظمت اور معجز نما کتاب وجود میں آئی)

واقعہ یہ ہے کہ خلافت عباسیہ کو ختم کرنے کے لئے ایک جماعت باطنیہ کی پیدا ہوگئی جو بھولے بھالے مسلمانوں کو علوم دینیہ کی باطنی تعلیم دینے کی مدعی تھی۔ ان کا یہ دعویٰ تھا کہ ہر ظاہر حکم شرع کے لئے ایک حکم باطن ہے۔ اسی لئے اس فرقے کو باطنیہ کہتے ہیں باطن کو رمز و حقیقت بھی کہتے تھے۔ ظاہر کی مثال ایک خواب کی سی ہے۔ اور باطن اس خواب کی تعبیر ہے۔ تاویل پھل ہے اور تنزیل چھلکا۔ ہر تنزیل کی ایک تاویل ہوتی ہے۔ اور راسخین فی العلم اس کی تاویل جانتے ہیں۔ تاویل کا علم نبی سے وصی کو، اور اُس سے ائمہ کو ملتا ہے۔

داعی مدعو سے کہتا ہے کہ خدا نے علم دین کو در پردہ مخفی رکھا ہے کہ اُس کے اسرار حقیقت متبذل نہ ہونے پائیں۔ پھر داعی مدعو سے چند ایسے سوالات پوچھتا ہے جن کا وہ جواب نہیں دے سکتا۔ مثلاً حروف مقطعات کے کیا معنی ہیں فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ کے کیا معنی ہیں وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (الحاقہ) کے کیا معنی ہیں۔ [illegible] سے کیا مراد ہے۔ حائضہ سے روزے ساقط نہیں ہوتے مگر نماز کیوں ساقط ہو جاتی ہے [illegible] میں تین جوڑ کیوں ہیں اور انگوٹھے میں صرف دو کیوں ہیں۔ خدا نے دنیا چھ دن میں پیدا کی کیا وہ ایک ساعت میں نہیں بنا سکتا تھا۔ [illegible] چہرے میں سات شگاف اور باقی بدن میں دو شگاف کیوں ہیں۔ (دیکھو [illegible] تاریخ دولت فاطمیہ۔ نشر کردہ ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور)

دولت فاطمیہ ۲۹۷ھ سے ۵۶۷ھ تک قائم رہی۔ اور [illegible] خیالات پھیلا کر قرآن اور شرع اسلامی کو ظاہر و باطن میں تقسیم کر کے [illegible] ان ہی کا اثر تھا کہ بعد کے غیر باطنی علماء بھی اُن کے پھیلائے ہوئے [illegible]